اسلامی بنک کاری پر اعتراضات کا ایک جائزہ

ڈاکٹر اختر مظہیر رضوی ڈاکٹر طاہر بیگ

اسلامی بنک کاری کا نظریہ نظامِ بنک کاری کے میدان میں ایک انقلابی انداز فکر کا مظہر ہے مغرب میں رواج یافتہ بنک کاری کا نظام دراصل یورپ کی لامذہبی نشاۃ ثانیہ کے عمل کی پیداوار ہے اور اس لیے مذہبی احکامات کی پابندیوں سے آزاد ہے جبکہ اسلامی بنک کاری کی بنیاد اسلام کے احکامات پر رکھی گئی ہے۔ اسلامی بنک کاری کی فلسفیانہ بنیاد قرآن مجید کی یہ آیت ہے

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵)

اس آیت میں صاف وصریح الفاظ میں تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی بنک کاری کے نظریہ پر اعتراضات کا مطالعہ کرنے سے قبل ایک اہم حقیقت پس منظر کے طور پر ذہن میں رہنی چاہئے۔ وہ یہ کہ یورپ میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک اور اس کے نتیجہ میں مغربی سامراج کی مسلم علاقوں پر فوجی یلغار، نیز نظریاتی، علمی اور فنی بالادستی نے مسلم ملکوں میں جہاد اور اجتہاد کی روح کو مضمحل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انسانی تہذیب کے ارتقا میں اسلام کے حکیمانہ اصولوں سے استفادہ کرنے کے دروازے بھی بند ہو گئے۔ انسانی تہذیب کے ارتقائی عمل سے اسلام کی طویل اور مسلسل غیر حاضری کے نتیجہ میں ایسے بہت سے سماجی ومعاشی ادارے وجود میں آگئے جو انسانی تہذیب کے لیے گو انتہائی اہم ہیں لیکن ان کی بنیادیں انسان کے انفرادی اور اجتماعی مفادات کے قدرتی توازن سے محروم اور اسلامی نقطۂ نظر سے قطعًا باطل ہیں۔ موجودہ زمانے کے روائتی بنک بھی ایسے ہی اداروں کی فہرست میں شامل ہیں۔

بنیادی طور سے بنک ایک ایسا ادارہ ہے جو کھاتہ داروں (بچت کاروں) اور قرض داروں

(سرمایہ کاروں) کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ بنک ایک طرف تو کھاتہ داروں سے ان کی بچتوں کو حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف ان بچتوں کو قرض داروں کے حوالہ کرتا ہے۔ اس مالی لین دین کی بنیاد ہی دراصل وہ مرکزی نکتہ ہے جہاں سے اسلامی اور موجودہ روائتی بنکوں میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ کھاتہ دار اور بنک نیز بنک اور قرض دار کے درمیانی رشتے صدیوں سے 'سود' پر استوار ہیں جبکہ اسلامی بنک کاری کے تحت یہ درمیانی رشتے نفع اور نقصان کی تقسیم کے اصول پر قائم ہیں۔ روایتی بنک اور اسلامی بنک میں صرف یہی ایک فرق نہیں ہے، بلکہ اسلامی بنک کا مفہوم کافی وسیع ہے۔ اسلامی بنکوں کی بین الاقوامی تنظیم کی جانب سے تیار شدہ اسلامی بنک کاری سے متعلق سائنسی اور علمی انسائیکلوپیڈیا میں اسلامی بنک کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ "اسلامی بنک بنیادی طور سے بنک کاری کے ایک جدید نظریہ کو نافذ کرتا ہے کیونکہ وہ مالیاتی اور لین دین سے متعلق اسلامی شریعت کے احکامات پر سختی سے عمل درآمد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی بنک کی کارکردگی کے ذریعہ حقیقی زندگی میں اسلامی اصولوں کا اظہار ہونا چاہئے۔ اسلامی بنک کو ایک اسلامی سوسائٹی کے قیام کی جدوجہد کرنی چاہئے۔ اسی لیے اسلامی بنک کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ وہ عوام میں مذہبی روح بیدار کرے"۔[۱]

ظاہر ہے کہ اسلامی بنک کاری کا نظریہ ایک انتہائی انقلابی نظریہ ہے۔ صدیوں سے سودی نظام کے عادی ذہنوں میں اس نظریئے کے قابل عمل ہونے کے سلسلہ میں شکوک وشبہات کا پیدا ہونا عین فطری بات ہے۔

اسلامی بنک کاری پر اعتراضات میں کتنا وزن ہے؟ اس سوال کا جواب پہلے کے مقابلہ میں آج نسبتاً زیادہ آسان ہے۔ ہمارے سامنے اسلامی بنک کاری کا ایک پورا سسٹم اور اس کی تقریباً ۲۰ سالہ مدت کارکردگی کا رکارڈ موجود ہے۔ اس کے ذریعہ اکثر اعتراضات کا جواب ہمیں اعداد وشمار کی روشنی میں مل سکتا ہے۔ کچھ ایسے اعتراضات بھی ہیں جن کا حتمی جواب مزید تحقیق کے ذریعہ ہی ممکن ہے، پھر بھی کچھ اندازے قائم کرنے کے لیے ہم اسلامی بنکوں اور ان مقامات کی معیشتوں کی کارکردگی کو جہاں انھیں لاگو کیا گیا ہے، بنیاد بنا سکتے ہیں۔ اپنے نتیجہ کو مزید قابلِ اعتماد بنانے کے لیے

---

[۱] بحوالہ: البخکیر یوسف راوی Islamic Banking: Evaluation of Experience
فیصل اسلامی بنک سوڈان کی لکچر سیریز اشاعت ۱۹۸۴ء صفحہ ۲
۱۹۸۴

ان جوابات کو بھی پرکھنا ہوگا جو اسلامی معاشیات اور اسلامی بنک کاری کے ماہرین نے اس سلسلہ میں فراہم کیے ہیں۔

اسلامی بنک کاری کی کامیابی کے متعلق اعتراضات یا خدشات کو ہم مختصراً دو قسموں میں بانٹ سکتے ہیں۔ اولاً وہ اعتراضات ہیں جو اسلامی بنک کی فلسفیانہ بنیاد کو غیر فطری مانتے ہوئے اسلامی بنک کاری کو ناقابل عمل گردانتے ہیں۔ اور ان شرائط کی نشاندہی کرتے ہیں جن کو پورا کرنا عملی دنیا میں ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ دوئم وہ اعتراضات ہیں جو اسلامی بنک کاری کو روبہ عمل لانے کے بعد معیشت پر مرتب ہونے والے اثرات سے متعلق ہیں ان اعتراضات اور خدشات کی ایک بہت طویل فہرست موجود ہے لیکن فی الحال صرف بعض اہم اعتراضات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

الف: اسلامی بنک کاری کے ناقابل عمل ہونے کا اعتراض

اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جدید نظام بنک کاری میں سود کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ بنک کاری کا فن سود کی بنیاد پر ترقی پا کر ایک طویل مدت میں ترقی کی معراج کو پہونچ چکا ہے۔ اس کے تمام ارتقائی مراحل میں سود ایک لازمی عنصر کی حیثیت سے داخل ہے۔ اس طرح سود ایک ایسی بنیاد ہے جس پر نظام بنک کاری کی بلند و بالا عمارت تعمیر ہوچکی ہے۔ اب اس بنیاد کو نیچے سے نکال دینا ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا بغیر سود کے بنک کے کاروبار کو منافع بخش سمجھنا ایک خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اس اعتراض کو تقویت دینے کے لیے کچھ ذیلی قسم کے اعتراض بھی پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً

(۱) چونکہ اسلامی بنک نہ صرف منافع میں بلکہ نقصان میں بھی شریک ہوتا ہے اس لیے یہ بنک نقصان کے خطرہ میں رہے گا یہ خطرہ بنک کی ناکامی اور بے اعتمادی INSOLVENCY کا باعث بن سکتا ہے۔

(۲) اسلامی بنک کے کاروباری کھاتہ دار اپنی آمدنی کا صحیح رکارڈ پیش نہیں کرسکیں گے۔ اس طرح بنک کا استحکام خطرہ میں پڑے گا۔

اسلامی بنیادوں پر مالیاتی لین دین کی اپنی ایک خاص نوعیت ہے اس کی وجہ سے اسلامی بنک ہمیشہ نقدیت LIQUIDITY کے مسائل سے دوچار رہے گا اور اس کے منافع بخش ہونے کی صلاحیت کمزور ہوگی۔

گویا شرکت و مضاربت کی اینیاد پر اسلامی بنک اپنا کاروبار منافع بخش طریقے سے نہیں چلا سکتے۔ البتہ سود ایک ایسی تکنیک ہے جو بنک کی نفع آوری اور استقرار کی ضمانت دیتی ہے۔

اسلامی بنک کاری کے ناقابل عمل ہونے کا اعتراض، اسلامی بنک کاری کی کامیاب عملی زندگی کی روشنی میں اپنی صحت کھو چکا ہے۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں مصر میں پہلے اسلامی بنک کے قیام کے بعد اب تقریباً ستاون[۵۷] اسلامی بنک کاری کے مالیاتی ادارے قائم ہو چکے ہیں۔ ان میں آٹھ ادارے بین الاقوامی پیمانہ پر کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تین ملکوں میں کُل معیشتی پیمانہ پر شرکت و مضاربت کے اصول پر مالیاتی بنک کاری کا نظام قائم کرنے میں پیش رفت ہوئی ہے اس کے ساتھ ہی اسلامی بنک کاری کا دائرہ تجارتی بنک کاری سے مرکزی بنک کاری کی طرف وسیع ہوا ہے۔

اب تک لگ بھگ تمام ہی اسلامی بنک اور مالی ادارے خاصے منافع بخش کاروبار کا ثبوت بہم پہنچا چکے ہیں۔ مثال کے طور پر اسلامی ترقیاتی بنک ہی کو لیجئے۔ سال ۱۴۰۳ ہجری میں اس بنک کو ۴۴ء۲ ملین اسلامی دینار کے بقدر خالص منافع حاصل ہوا۔ ہجری سال ۱۴۰۴ھ میں خالص منافع کی مد ۳۷ء۸ ملین اسلامی دینار تک جا پہنچی[۱۵]۔ اس طرح پچھلے سال کی بہ نسبت بنک کے خالص منافع میں ۲۴۲ء۱۱ فی صد کا اضافہ ہوا۔ اسی طرح پاکستان میں سودی کھاتوں کے مقابلہ میں غیر سودی کھاتوں پر منافع کی شرح زیادہ اونچی رہی۔ اسلامی بنک اور مالی اداروں کے بارے میں مجموعی طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ نفع آوری کبھی کم اور کبھی زیادہ رہی اور وقتی طور سے کوئی بنک نقصان میں بھی رہا، مگر مجموعی طور پر کسی بھی اسلامی بنک کا کاروبار نقصان دہ نہیں رہا ہے، بلکہ نفع آوری میں ترقی کا رجحان پایا گیا ہے اور اکثر و بیشتر کھاتہ داروں کو مروجہ بنکوں کے کھاتہ داروں کے مقابلہ میں زیادہ اونچی شرح پر منافع حاصل ہوا ہے[۱۶]۔

اسلامی بنک کاری کی یہ کامیابی، ماہرین اسلامی معاشیات کی اس دلیل کو صحیح ثابت کرتی ہے کہ یہ ایک محض تاریخی اتفاق تھا کہ تمام بڑے آسمانی مذاہب کے امتناعی احکام اور ارسطو جیسے فلسفیوں کی مخالفت کے باوجود، سود، تجارتی اور مالی لین دین کی بنیاد بن گیا۔ اور اسی بنیاد پر بنک کاری

---

۱۵ بحوالہ اسلامی ترقیاتی بنک جدہ۔ نویں سالانہ رپورٹ صفحہ ۱۴ (بیلنس شیٹ)

۱۶ مثال کے طور پر سوڈان کے فیصل اسلامی بنک نے برس ۱۹۸۱ء میں حصہ داروں کو ۲۰ فی صدی اور کھاتہ داروں کو ۱۶ فی صدی کی شرح پر منافع تقسیم کیا جو سودی بنکوں کے ذریعہ دیے گئے شرح سود سے اونچی تھی۔ دیکھیں بنک کی ۱۹۸۱ء کی سالانہ رپورٹ صفحہ ۱۲

کے ادارے وجود میں آگئے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو نفع نقصان کی تقسیم کا اصول ہی تجارتی و مالیاتی لین دین نیز بنک کاری و مالی اداروں کی اساس ہوتا اور عالم انسانیت کی خدمت زیادہ مفید اور کارآمد طریقہ سے ہوتی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلامی بنک کاری کے نظریہ کی طرف اسلامی ماہرین کی توجہ خاصی تاخیر سے ہوئی۔ اس صدی کی چوتھی دہائی کے آخر میں کچھ علمی کاوشیں منظر عام پر آسکیں اور کسی پیشہ ور ماہر معاشیات کی طرف سے اسلامی بنک کا خاکہ اب سے صرف ۳۰ برس قبل ۱۹۵۵ء میں پیش کیا جا سکا۔[۴]

آج اسلامی بنکوں کے ذریعہ اسلامی اصولوں کی اساس پر بنک کاری کا عمل کامیابی سے چلانے کے لیے بہت ساری تکنیکی طریقے استعمال میں لائے جا رہے ہیں۔ جیسے :-

۱۔ مضاربت

ایک ایسا معاہدہ جس کے تحت کل سرمایہ ایک فریق فراہم کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق کاروباری ذمہ داری سنبھالتا ہے۔ منافع پیشگی طے شدہ تناسب کے تحت دونوں فریقوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اگر نقصان ہو (بہ شرطیکہ یہ نقصان کاروباری فریق کے ذریعہ معاہدہ کی شرائط کو نظر انداز کرتے یا غیر اسلامی اور غفلت کی بناء پر نہ ہو) تو کل نقصان سرمایہ مہیا کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے۔

۲۔ شرکت

ایک ایسا باہمی معاہدہ ہے جس کے تحت ایک فریق کے ذریعہ مہیا کیا گیا سرمایہ، کاروبار چلانے والے افراد کے یا دیگر سرمایہ فراہم کرنے والے افراد کے سرمایہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ سرمایہ فراہم کرنے والے تمام فریق کاروبار کے انتظام میں شرکت کا حق رکھتے ہیں۔ گو یہ ہر حال میں لازم نہیں۔ منافع کل فریقوں میں پیشگی طے شدہ تناسب میں تقسیم ہوتا ہے۔ اگر نقصان ہو تو ہر فریق ٹھیک اپنے سرمایہ کے تناسب کے لحاظ سے نقصان کو برداشت کرتا ہے۔[۵]

---

[۴] دیکھئے ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی۔ "Muslim Economic Thinking : A Survey of Contemporary Literature" in Studies in Islamic Economics Islamic Foundation London, 1976

[۵] شرکت و مضاربت کی تعریف ڈاکٹر ضیاء الدین کے مقالہ بعنوان The Present State of =

عام طور پر یہ دونوں ہی اصول بچت کاروبنک نیز بنک وقرض دار کے رشتوں کی بنیاد بنتے ہیں۔ بنک اگر چاہیں تو شرکت در شرکت یا مضاربت در مضاربت کے تحت بھی کام کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی بنک، قصیر المدتی سرمایہ کاری کے لیے کچھ دیگر تکنیکی طریقے جیسے مرابحہ، بیع معجل، بیع سلم، اجارہ، اجارہ واقتناء اور قرض حسنہ بھی زیر استعمال لا رہے ہیں۔ غیر سودی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے آج کے اسلامی بنک وہ تمام خدمات بہم پہنچا رہے ہیں جن کی ایک روایتی بنک سے توقع کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سرمایہ کی فراہمی بھی قصیر المیعاد، درمیانی مدت اور طویل المیعاد تینوں ہی طریقوں سے کی جارہی ہے۔ اور اس طرح سے ہر اسلامی بنک کے پاس مختلف قسم کے اثاثہ جات (Investment assets) ہیں۔ مختلف اثاثہ جات کا بڑا مجموعہ اس بات کی ضمانت ہے کہ اسلامی بنک مجموعی طور سے نقصان میں رہے گا۔ کسی ایک یا چند قسم کے کاروباری یا سرمایہ کاری اثاثہ جات پر اگر کچھ نقصان ہو تو بھی مجموعی طور سے تمام سرمایہ کاری منصوبوں پر نقصان نہیں ہو سکتا۔

یہاں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ اسلامی بنک کاری کے عمل میں ایسی کوئی اندرونی کمزوری ہے جو اسلامی بنک کو قرض داروں کی طرف سے نادہندگی (default) کے خطرہ سے دوچار کرتی ہو؟ کیا نادھندگی کا خطرہ مروجہ بنک کو درپیش نہیں ہوتا؟ کیا یہ خطرہ اسلامی بنک کو زیادہ یا کم درپیش ہوگا؟

بقول ڈاکٹر ضیاء الدین "تین عناصر ایسے ہیں جن پر نادھندگی کے خطرہ کا انحصار ہے۔ قرض دار فریق کی فطرت، وہ منصوبہ جس کے لیے قرض مہیا کیا گیا اور قرض کے استعمال پر نگہداشت کی نوعیت۔ یہ عناصر مروجہ قسم کے بنکوں اور اسلامی بنکوں کے لیے حتمی طور سے یکساں ہیں اگر ان تین عناصر کے سلسلہ میں ضروری احتیاط نہیں برتی جاتی ہے تو نادھندگی کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے بغیر اس تمیز کے کہ بنک مروجہ سودی طریقہ پر کاروبار کر رہا ہے یا اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کام کر رہا ہے۔"

یہ کہا جا سکتا ہے کہ مروجہ بنکوں کے مقابلے میں اسلامی بنک کو نادھندگی کا خطرہ بہت کم ہوگا۔ مروجہ بنک اپنے ذریعہ مہیا کیے گئے سرمایہ کے استعمال کی نگہداشت کے بجائے اس ضمانت (Security) کو اہمیت دیتے ہیں جو قرض دار فریق بنک کو مہیا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی بنک قرض دار کو مہیا کیے گئے سرمایہ کے مناسب استعمال کو یقینی بنانے کے لیے نگہداشت

"= Islamic Finance Movememt سے لی گئی ہے جو بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات اسلام آباد پاکستان سے شائع ہوا ہے۔

کے معاملہ میں بہت زیادہ چاق و چوبند رہتے ہیں، کیونکہ زیادہ سے زیادہ منافع کی رقم کے حصول کو ممکن بنانے میں یہ نگہداشت بہت اہم رول ادا کرتی ہے۔ بہت چست نگہداشت، قرض کے غیر مناسب استعمال کے خطرہ کو کم سے کم کر دیتی ہے۔ نتیجتاً نادہندگی کا خطرہ اسلامی بنک کو کم ہوگا۔[۷۶]

قرض دار فریق کی فطرت یا اس کا کردار و اخلاق بھی ایک انتہائی اہم عنصر ہے جس پر اسلامی بنک کی کامیابی یا ناکامی کا خاصا دارومدار ہے۔ عام طور پر یہ اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ چونکہ ہر قرض دار کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ منافع اپنے حصہ میں لانے کی کوشش کرے اور چونکہ اسلامی بنک کے ساتھ اس کا معاہدہ نفع / نقصان میں شرکت کا ہے، اس لیے وہ اپنے حصہ کے منافع کو بڑھانے اور بنک کے حصہ کو کم کرنے کی کوشش میں اپنی تجارت اور منافع جات کا صحیح رکارڈ بنک کو پیش نہ کرکے جعلی رکارڈ پیش کرے گا۔ اپنے قرض دار فریقوں کے اخلاقی طور پر کمزور ہونے کی بنا پر اسلامی بنک مناسب منافع کمانے میں ناکام رہے گا۔

یہ اندیشہ بے بنیاد تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اصولی طور پر ایک اسلامی سوسائٹی میں قرض دار فریقوں یا عام افراد کی نسبت اس طرح کی بے ایمانی کا تصور انتہائی غیر متوقع ہوگا، موجودہ دور میں چونکہ اسلامی بنک کاری کا تجربہ کسی مثالی اسلامی سوسائٹی میں نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایسے معاشرہ میں کیا جا رہا ہے جو اسلام کے مثالی معاشرہ سے فی الحال بہت دور ہے، لہٰذا اسلامی بنک کو قرض دار فریقوں کی جانب سے بے ایمانی کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

اس اندیشہ کو اسلامی بنک کاری کے ماہرین نے خاصی اہمیت دی ہے۔ اور عام طور پر ان کا خیال ہے کہ یہ خطرہ ایسا نہیں ہے جس کا حتی المقدور تدارک نہ کیا جا سکے۔

پروفیسر نجات اللہ صدیقی کی رائے میں اسلامی بنک کے ایسے قرض دار فریق جنھوں نے بنک کے سرمایہ پر خاصہ منافع کی اونچی شرح پر بنک کو فائدہ پہنچانے کا رکارڈ قائم کیا ہوگا، ان کے لیے مستقبل میں بنک سے مزید سرمایہ کے حصول کے امکانات روشن رہیں گے جبکہ وہ فریق جنھوں نے بنک کو بہت کم شرح پر فائدہ پہنچایا ہوگا ان کو مستقبل میں بنک سے سرمایہ کے حصول میں دشواری کا سامنا ہوگا۔ اس طرح ایک بار اسلامی بنک کی نظروں میں مشکوک ہو جانے کی بدولت کسی بے ایمان قرض دار فریق

---

[۷۶] ڈاکٹر ضیاء الدین * Some Misgivings About Islamic Interest Free Banking
بین الاقوامی انسٹی ٹیوٹ برائے اسلامی معاشیات اسلام آباد ۱۹۸۵ء صفحہ ۱۱

کو مستقبل میں زیادہ سرمایہ سے زیادہ منافع کمانے کا راستہ بند ہوتا نظر آئے گا۔ اور یہ کسی بھی سمجھدار تجارتی فریق کو پسند نہ ہوگا۔ اس طرح طویل المدتی نقطہ نظر سے اس بات کے امکانات ہیں کہ اسلامی بنک کو قرض دار فریقوں کی جانب سے بے ایمانی کے خدشات کم سے کم ہوتے جائیں گے[۴۹]

بقول ڈاکٹر محمد عمر چاپرا قرض دار فریقوں کی جانب سے بے ایمانی کا مسئلہ جو بنیادی طور سے ایک اخلاقی مسئلہ ہے "بازار" کے تحریکی عوامل (Market forces) کے ذریعہ خود بخود ختم ہو جائے گا[۵۰]

نقدیت (Liquidity) کا مسئلہ بھی کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے۔ عام طور پر یہ خیال ہے کہ اسلامی بنک اپنے اصولوں کی فطرت کی وجہ سے صرف طویل المیعاد سرمایہ کاری میں حصہ لیں گے اور اس طرح ایک اسلامی بنک کی تجوریوں میں نقدی کا فقدان ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر چند کھاتہ داروں کو کسی لمحہ اپنا سرمایہ واپس چاہیئے ہو تو بنک نقدیت کے فقدان کی بنا پر اس واپسی طلب کو پورا نہ کر سکے گا۔ اسلامی بنک کی غیر نقدیت کھاتہ داروں میں بنک کے تئیں غیر بھروسہ مندی کا رجحان پیدا کر کے ان میں افراتفری پھیلانے کا موجب ہو سکتی ہے اور اس طرح ایک اسلامی بنک کا کاروبار ٹھپ ہو سکتا ہے۔

یہ اندیشہ بظاہر تو بہت مضبوط معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ اندیشہ ایک غلط مفروضہ پر قائم کیا گیا ہے۔ وہ مفروضہ یہ ہے کہ اسلامی بنک کی تجارتی سرمایہ کاری صرف طویل المدتی ہوگی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی بنک نہ صرف طویل المیعاد بلکہ درمیانی مدت اور قصیر المیعاد تجارتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ اس طرح ایک اسلامی بنک کے پاس متفرق سرمایہ کاری اثاثہ جات کا ایک بنڈل ہوتا ہے اور وہ اس کو اس طرح منظم کر سکتا ہے کہ اس کے پاس اتنی نقدیت کا استقراری بہاؤ یقینی ہو سکے جو کھاتہ داروں کی روزمرہ کی واپسی طلب کو بہ آسانی پورا کر سکتا ہو۔ بالاتفاق اسلامی بنک کے پاس نقدیت کی کمی ہو بھی جائے تو مروجہ بنکوں کی طرح وہ اسلامی مرکزی بنک سے مدد کے لیے رجوع کر سکتا ہے۔ اگر مرکزی بنک کا وجود نہ ہو تو کسی دوسرے اسلامی بنک سے مدد

---

[۴۹] ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی "Issues in Islamic Banking Selected Papers.
اسلامک فاؤنڈیشن لندن۔ صفحہ ۶۲-۶۳

[۵۰] ڈاکٹر محمد عمر چاپرا "Towards a just Monetary System.
اسلامک فاؤنڈیشن لندن صفحہ ۱۲۷

کے لیے رجوع کرسکتا ہے۔ اگر مرکزی بنک کا وجود نہ ہوتو کسی دوسرے اسلامی بنک سے مدد حاصل کرسکتا ہے تاکہ نقدیت کے عارضی بحران پر قابو پاسکے۔

وہ تمام دلائل جن کے ذریعہ نفع/نقصان میں شرکت کے اصول پر بنک کاری کے عمل کو ناممکن یا غیر منافع بخش ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے نہ صرف عقل کی بنیاد پر بلکہ اسلامی بنکوں کی کارکردگی کی بنیاد پر بالکل بے وزن ثابت ہوچکے ہیں۔ دراصل کسی اسلامی بنک کی ناکامی نفع/نقصان کی تقسیم کے اصول میں مضمر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ناکامی کے وجوہ واسباب وہی ہوں گے جو کسی مروجہ بنک کے لیے ناکامی کے ہوسکتے ہیں۔ ان میں تجارتی چکر کا خاص طور پر نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلامی بنک کاری کی دو دہائیوں کی تاریخ میں ابھی تک کسی اسلامی بنک کی ناکامی منظرعام پر نہیں آئی ہے۔ جبکہ مروجہ بنک کاری کی تاریخ میں ایک دو نہیں بلکہ مختلف ممالک میں مختلف اوقات پر سیکڑوں بنکوں نے ناکامی کا منھ دیکھا ہے۔ صرف امریکہ میں ۱۸۷۸ء میں ناکام ہونے والے مروجہ بنکوں کی تعداد ۱۴۰ تھی جبکہ ۱۸۹۳ء میں ۴۹۶ مروجہ بنکوں کو ناکام ہونا پڑا۔ ۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۲ء کے درمیان جبکہ فیڈرل ریزرو سسٹم وجود میں آچکا تھا امریکہ میں ناکامی کا منھ دیکھنے والے مروجہ بنکوں کی تعداد ۱۵۵۰۲ تھی۔[۹]

موجودہ دور میں بھی مروجہ بنکوں کی ناکامی ایک بڑے مسئلہ کی حیثیت سے دوبارہ سامنے آئی ہے۔ ناکام بنکوں کی فہرست ۱۹۸۱ء سے لگاتار طویل ہوتی جارہی ہے۔ ۱۹۸۱ء میں ۱۰، ۱۹۸۲ء میں ۴۲ اور ۱۹۸۳ء میں ۴۸ مروجہ بنک ناکام ہوچکے ہیں۔[۱۰]

(ب) معیشت پر اسلامی بنک کاری کے کیا اثرات پڑسکتے ہیں؟

اسلامی بنک کاری کے نتیجے میں معیشت پر مرتب ہونے والے اثرات پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی بنک کاری اپنے نتائج کے لحاظ سے تقسیم آمدنی ومساوات نیز ترقی پذیری کے عمل کے لحاظ سے معیشت پر منفی اثرات مرتب کرے گی۔

---

۹ "John Kenneth Galbraith" "Money: Whence it came, Where it went" (Houghton Miffin Company 1975) P. 144

۱۰ دیکھئے اکونومسٹ۔ اشاعت ستمبر ۲۲ ۱۹۸۴ صفحہ ۱

۱۔ اسلامی بنک کاری اور آمدنی و دولت کی مساوی تقسیم

عام طور پر یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ایک ایسے معاشی نظام میں جہاں محنت کش طبقہ ایک طے شدہ اجرت پاتا ہے، اگر سود کو ختم کر کے نفع / نقصان کی تقسیم کے اصول کو اپنایا جائے تو سود کے مقابلہ میں منافع کچھ زیادہ ہی استحصال کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اس استدلال کے پس منظر میں شاید ایک مثالی سرمایہ دارانہ نظام کا تصور کارفرما ہے۔ یہ بات قابل یقین ہے کہ ایک سرمایہ دارانہ نظام میں جہاں اجارہ داری (Monopoly) کا زبردست رجحان پایا جاتا ہے سود کے مقابلہ میں منافع کچھ زیادہ ہی استحصال کا ذریعہ بن سکتا ہے، کیونکہ محنت کش طبقہ کو صرف طے شدہ اجرت ادا کی جاتی ہے جبکہ اجارہ دار (Monopolists) کو بڑھتی ہوئی شرح پر منافع ملے گا۔ لیکن جس نظام میں کھلی مسابقت ہو اور بازار میں آزادانہ داخلہ کے مواقع فراہم ہوں، وہاں یہ استدلال غلط ہو گا۔ اسلامی نظامِ معیشت میں جہاں اجارہ داری Monopolies کو ختم کر کے بازار میں آزادانہ داخلہ کو یقینی بنانا معاشی پالیسی کا ایک ضروری جزو ہو، منافع استحصال کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اسلام کو سود کے مروجہ مفہوم ہی سے اختلاف نہیں ہے بلکہ سماج میں کسی طرح کا لین دین ہو اس میں کسی فریق کے جائز حصہ میں کمی بیشی کرنا اسلام کے نزدیک قابلِ اجازت نہیں ہے۔ غیر سودی معیشت میں پیداوار کی تقسیم کا مسئلہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ محنت اور سرمایہ کے درمیان یہ تقسیم کس اصول کے تحت ہونی چاہیئے۔ اس بارے میں اسلامی ماہرین کی رائے بہت واضح ہے۔ بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے والی کم سے کم سطحِ اجرت اور ایک مثالی سطحِ اجرت کے درمیان کسی مناسب سطح پر اجرت کی ادائیگی پر تقریباً تمام اسلامی ماہرینِ معاشیات متفق ہیں۔ نیز تمام اسلامی ماہرین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ صنعت کار یا تاجر کے منافع میں آجر کو بھی شامل کیا جائے تاکہ معاشرہ میں مختلف افراد کے درمیان معیارِ زندگی کے فرق کو کم سے کم کیا جا سکے[۲۱]۔

۲۔ اسلامی بنک کاری اور معیشت کی ترقی

یہ اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اسلامی بنک کاری، معیشت کی ترقی پذیری کے عمل پر منفی اثرات

---

[۲۱] ملاحظہ ہو ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی "A Survey of Contemporary Literature" in Studies in Islamic Economics Ed. Prof. Khurshid Ahmad اسلامک فاؤنڈیشن لندن ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۲۹ ۲۰۲

مرتب کرے گی۔ معیشت میں بچت کاری کے رجحان پر منفی اثر پڑے گا جو سرمایہ کی پیداوار اور سرمایہ کاری کے عمل کو متاثر کرے گا اور معیشت کی ترقی کی شرح گھٹ جائے گی۔

یہ اندیشہ دو مفروضوں پر قائم ہے۔ اول تو یہ کہ 'منافع' کی غیر متعین شرح جو منفی بھی ہو سکتی ہے' بہت چھوٹے بچت کاروں کو اپنی بچتیں بنک میں جمع کرنے کی ترغیب نہیں دے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بنک کاری کا نظم بچتوں کی خاصی اچھی مقدار سے محروم ہو جائے گا۔

دوئم یہ کہ چونکہ اسلامی بنک' کاروباری افراد کے ساتھ شرکت کے ہر منصوبہ کی 'نفع آوری' کو جانچنے کے لیے کارکنان کی بہت بڑی تعداد ملازم رکھنے پر مجبور ہوں گے لہٰذا ان کی اپنی شرح منافع گھٹ جائے گی۔ اس طرح ایک طرف چھوٹی بچتوں سے محرومی اور دوسری طرف تخفیف شدہ منافع سرمایہ کی پیداوار کی شرح کو گھٹا دیں گے۔

دونوں ہی مفروضے اسلامی بنکوں کی کارکردگی کی روشنی میں غلط ثابت ہو چکے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل ٹیبل کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے' تقریباً سب ہی اسلامی بنکوں کی بچت کھاتوں میں جمع رقوم ہر سال خاصی اچھی شرح پر بڑھتی رہی ہیں۔

بچت کھاتوں میں رقوم کی وسعت

نمبر سلسلہ	مالی ادارے	اکائی	۱۹۷۹	۱۹۸۰	۱۹۸۱	۱۹۸۲	۱۹۸۳	۱۹۸۴
۱	پاکستانی بنکوں کے اسلامی اکاؤنٹ	بلین روپئے			۶,۵	۱۲,۹	۱۹,۹	۲۹,۴
۲	فیصل اسلامک بنک آف اجیپٹ	ملین امریکی ڈالر	۲۳,۶۲	۱۴۰,۱۲	۴۶۹,۲۰	۷۹۲,۵۹	۱۲۱۶,۷۰	-
۳	فیصل اسلامک بنک آف سوڈان	ملین سوڈانی پاؤنڈ	۲۱,۷۷	۴۹,۴۹	۱۰۲,۲۲	۲۰۲,۳۷	۲۵۶,۹۷	-
۴	کویت فائنس ہاؤس	ملین کویتی دینار	۶۶,۲	۱۲۸,۶	۲۹۴,۱	۴۷۳,۱	۶۹۷,۸	-
۵	بحرین اسلامک بنک	ملین بحرینی دینار	-	۴,۸۰	۱۰,۱۸	۲۰,۳۱	۲۶.۵۲	..
۶	دبئی اسلامک بنک	ملین امریکی ڈالر	۴۹,۶	۵۹,۰	۹۵,۳	۱۲۰,۵	۲۰۰,۰	-
۷	اسلامک انٹرنیشنل بنک فار انوسٹمنٹ اینڈ ڈولپمنٹ اجیپٹ	ملین امریکی ڈالر	-	-	۵,۰	۷۴,۰	۳۲۸,۸	-

بحوالہ: ڈاکٹر ضیاءالدین – "The Present State of Islamic Finance"

Movement - ٹیبل ۱، ۲ سے لیے گئے اعداد و شمار کی بنیاد پر۔

جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا جاچکا ہے اسلامی بنکوں کے منافع کمانے کی شرح مروجہ سودی بنکوں کے مقابلہ میں زیادہ اونچی رہی ہے۔ ان اعداد و شمار کی روشنی میں یہ اندیشہ کہ اسلامی بنک کاری سرمایہ کی پیداوار کے عمل پر منفی اثرات مرتب کرے گی، بالکل بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

یہ خیال کہ مستقبل کے مقابلہ میں حال کو ترجیح دینے کے انسانی رجحان (Positive Social rate of Time preference) کو ختم کرنے کا کام صرف سود کے ذریعہ ہی ممکن ہے، غلط ہے۔ دراصل انسان کا مزاج یہ ہے کہ اگر اسے حال میں خرچ کرنے سے روکنا ہو تو اسے اس بات پر مطمئن کرنا ہوگا کہ اس قربانی کا صلہ مستقبل میں بڑھا ہوا ملے گا۔ بچت کار کو اس بات سے غرض نہیں ہوگی کہ یہ صلہ سود کی شکل میں اسے مل رہا ہے یا منافع کی شکل میں۔ اس کو تو صرف صلہ سے غرض ہوتی ہے۔ اسلامی معیشت میں یہ صلہ بجائے سود کی شکل میں ملنے کے منافع کی شکل میں ملتا ہے گو یہ پہلے سے متعین نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا غیر متعین ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ چھوٹے بچت کار اپنی بچتوں کو اسلامی بنک کے حوالے کرنے سے گریز کریں گے۔ بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہوگی۔ اول تو اس وجہ سے کہ معیشت میں افراطِ زر کی وجہ سے بچت کی اصل قیمت کم ہونے کا خدشہ رہتا ہے (سرمایہ دارانہ نظام کے تحت بچت کار کو حقیقت میں نقصان ہوتا ہے کیونکہ عام طور پر افراطِ زر کی شرح بچت کھاتوں پر دئیے گئے شرح سود سے بہت زیادہ ہوتی ہے) بلکہ اسے سالانہ زکوٰۃ کی رقم بھی ادا کرنی ہوتی ہے۔ اس طرح بچت کار کے لیے بچت کو بنک میں نہ رکھنا، رکھنے کے مقابلہ میں زیادہ نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

بچت کاری پر منفی اثرات کے خدشہ کی تردید میں ایک اور دلیل بھی دی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ معیشت میں کل بچتوں کی مقدار، صلہ کی شرح پر ہی نہیں بلکہ کل آمدنی (یعنی قومی پیداوار) کے صرف کے ڈھانچہ اور قیمتوں کی سطح پر منحصر ہوتی ہے۔

۳۔ اسلامی بنک کاری اور معیشت کا استقرار و استحکام

اس شبہ کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ نفع/نقصان کی تقسیم کے اصول پر مبنی بنک کاری معیشت کے استحکام کو کمزور کرے گی۔ معیشت کے کسی ایک شعبہ میں جو گڑبڑ پیدا ہوگی وہ دوسرے شعبوں میں زیادہ آسانی سے منتقل ہونے لگے گی۔ اس طرح معیشت کے بہت سارے شعبے اس

گڑبڑ سے متاثر ہوں گے [۱۲]

اس شبہ کے قطعاً برخلاف اسلامی ماہرین کی رائے یہ ہے کہ سودی معیشت کے مقابلہ میں، نفع/نقصان کی تقسیم پر بنی معیشت زیادہ مستحکم ہوگی۔ اس سے پہلے کہ اسلامی ماہرین کے دلائل سے بحث کی جائے یہ بہتر ہوگا کہ مروجہ سودی نظام کی غیر استقراری فطرت پر نظر ڈال لی جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ سود پر مبنی مالیاتی قرضوں کے چلن کی بدولت نہ صرف انفرادی اور قومی معیشتیں غیر مستحکم حالت میں ہیں بلکہ خود بین الاقوامی معیشت انتہائی متنزلزل ہوگئی ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ زر کی بابت پالیسی (Monetry Policy) معیشت کو کنٹرول کرنے کا ایک انتہائی اہم آلہ بن چکی ہے، سود کی شرح، سرمایہ کی طلب و رسد کے اصول پر نہیں ہوتی بلکہ مرکزی بنک کے پالیسی سازوں کے ان تخمینوں اور سفارشات کی بنیاد پر متعین ہوتی ہے جو ملکی معیشت میں رونما ہونے والے تغیرات اور غیر ملکی تجارت کے توازن اور بین الاقوامی ادائیگی کے توازن کو مدنظر رکھ کر تیار کی جاتی ہیں۔ اس طرح سود کی شرح کبھی اونچی اور کبھی نیچی ہوتی رہتی ہے۔ وہ تجارتی و صنعتی سرگرمیاں جو سود کی نیچی شرح پر 'نفع آور' ہوتی ہیں، وہ سود کی شرح میں معمولی زیادتی کی بدولت یکایک نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس کا اثر کسی خاص صنعت و تجارت ہی پر نہیں پڑتا بلکہ معیشت کے بہت سارے شعبے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ سود کا تزلزل، پوری معیشت کو لرزہ براندام رکھتا ہے۔ اگر امریکہ جیسی بڑی معیشت اس تزلزل کا شکار ہو تو آج کے دور میں جب کہ آپس کا انحصار بڑی پیچیدہ شکل اختیار کر چکا ہے، دنیا کی دوسری معیشتیں بھی متنزلزل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کرزلر کارپوریشن کے چیرمین مسٹر آکوکا کے قول کے مطابق شرح سود اس قدر متنزلزل ہو کر رہ گئی ہے کہ کوئی بھی شخص مستقبل کی منصوبہ بندی نہیں کر سکتا [۱۳] کچھ اسی طرح کے احساس کا اظہار ملٹن فریڈمین نے امریکی معیشت کے حالیہ بے مثال تزلزل کا تجزیہ کرتے ہوئے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کی اصل وجہ جو ذہن میں آتی ہے وہ سود کی شرح

۱۲؎ ملاحظہ ہو، سید نواب حیدر نقوی
"Principles of Islamic Economics Reforms"
مطبوعہ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اسٹڈیز ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۳۶

۱۳؎ ایل۔ اے۔ آکوکا "How to Cut Interest Rates"
نیوزویک اشاعت ۱۵ فروری ۱۹۸۲ء صفحہ ۴

میں تنزلزل کا رجحان ہے[۱۴] یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ برانڈٹ کمیشن نے ۸۳-۱۹۷۹ کے حالیہ عالمی معاشی بحران کی ذمہ داری بھی امریکی شرح سود کے بڑھنے پر ڈالی ہے[۱۵] کمیشن نے بلا واسطہ طور سے سود پر مبنی 'قرضہ مالیات' (Debt Finance) کے نقصانات کی نشاندہی کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ :-

"بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی کے شروع کے برسوں میں آسمان کو چھوتی ہوئی شرح سود نے، پچھلے بہت سارے قرضوں کی ایک ساتھ مدت ادائیگی ختم ہونے کے واقعہ کے ساتھ ملکر بہت سارے (ترقی پذیر) ملکوں کو زبردست ذمہ داری سے دوچار کر دیا۔ وہ یہ ادائیگی یا تو غیر ملکی آمدنی سے کر سکتے ہیں یا اپنے نقد محفوظ (Reserves) میں سے کر سکتے ہیں لیکن ترقی پذیر ملکوں کے نقد محفوظ بہت تیزی سے کم ہو چکے ہیں اور تجارت میں ان کو خالص خسارہ ہوا ہے۔ ان کے سامنے قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے مزید قرض حاصل کرنا۔"

گویا سود پر مبنی 'قرضہ مالیات' سمندر کے کھارے پانی کی طرح ہے جس سے پیاسے شخص کی پیاس بجائے ختم ہونے کے مزید بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شخص موت کے منہ میں پہنچ جائے۔ سود پر مبنی قرضوں کا یہ انبار بین الاقوامی معاشی نظام کے ٹھیک نیچے ایسے آتش فشاں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے اور دنیا کے مالیاتی اور معاشی نظام کو تہ وبالا کر سکتا ہے۔

سود کی غیر مستحکم شرح، معیشت کو ایک اور طریقہ سے بھی تنزلزل کا شکار رکھتی ہے۔ چونکہ بچت کار اور عام معاشی اکائیاں، سود کی شرح کے وقتاً فوقتاً گھٹنے بڑھنے کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے نقد کی بابت ترجیح (Liquidity preference) بڑھتی رہتی ہے اور زر کی خاصی بڑی مقدار جمع خوری کا شکار ہو جاتی ہے، جو سٹہ بازی (Speculation) میں استعمال ہوتی ہے، اور اس وقت جبکہ صنعت کار و تاجر مزید سرمایہ کاری کے لیے ہمت افزا حالات پاتے

---

۱۴ ملٹن فریڈمین "The yo-yo U.S. Economy" نیوز ویک۔ اشاعت ۱۵ فروری ۱۹۸۲ء صفحہ ۴

۱۵ ملاحظہ ہو برانڈٹ کمیشن رپورٹ ۱۹۸۳ء 'Common Crisis' Pan Books, London 1983 ص ۴۲

ہیں (یعنی جب شرح سود کم سے کم ہوتی ہے) سرمایہ مہیا کر سکنے والے بچت کار اونچی شرح سود کے انتظار میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور سرمایہ کاری سے گریز کرتے ہیں نتیجہ میں ریاست، شرح سود کو کم کر کے سرمایہ کاری کا جو نشانہ پورا کرنا چاہتی ہے وہ پورا نہیں ہوتا اور معیشت کساد بازاری کی دلدل میں اور پھنستی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح افراطِ زر کو کنٹرول کرنے کے وقت بھی سٹہ بازی کے لیے جمع شدہ زر مخالف سمت میں کام کرتا ہے اور معیشت میں افراطِ زر کا رجحان مزید گہرا ہو جاتا ہے۔ سود پر مبنی قرضوں کا نظام اس طرح تجارتی چکر (Business Cycle) کی شدت کو بجائے کم کرنے کے، مزید گہرا کر دیتا ہے۔

اسلامی ماہرین کے خیال کے مطابق سودی قرضوں کے نظام کے بجائے اگر نفع/نقصان کی تقسیم کے اصول پر سرمایہ کاری کا اہتمام کیا جائے تو معیشت تنزل کا شکار نہیں ہوگی۔ بقول ڈاکٹر محمد عمر چاپرا:۔

"کلی طور سے حصص پر مبنی نظام میں جہاں منافع، نسبتِ منافع (Profit sharing ratio) اور تجارتی کوشش کے انجام پر طے ہوتا ہو تاجر اور سرمایہ فراہم کرنے والے فریق کا منافع میں حصہ ہفتہ کے ہفتہ یا مہینہ کے مہینے گھٹتا بڑھتا نہیں رہے گا۔ اس کے علاوہ سرمایہ پر ہونے والے کل منافع (Return) کی تقسیم مالی بازار میں سرگرم سٹہ بازی کے عوامل کی بنیاد کی بجائے زیادہ منصفانہ ڈھنگ سے، معاشی عوامل کی بنیاد پر ہوگی۔" ص۱۶

اس طرح تنزل شرح سود کے بجائے نسبتاً زیادہ مستحکم شرح منافع کی بدولت معیشت کو نہ تو غیر استقراری کا سامنا ہوگا اور نہ تجارتی چکروں کے تند و تیز جھکڑوں ہی سے اسے واسطہ پڑیگا۔ کیونکہ قانونی طور سے بھی اور بازار کے عوامل کے تحت بھی سٹہ بازی کی گنجائش ختم ہو جائے گی۔

اختتامیہ

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی بنک کاری کی نظریاتی بنیادیں کافی مضبوط ہیں۔ اس پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں کوئی وزن نہیں ہے۔ ایک مثالی اسلامی بنک کو اسلام کی اعلیٰ اخلاقی قدروں سے معطر، روحانیت اور مادیت کے حسین امتزاج سے مرتب ایک ایسا تحفہ کہا جا سکتا

ص۱۶ ڈاکٹر محمد عمر چاپرا
"Towards a Just Monetary System" ص ۱۱۸

ہے جو انسانی تہذیب کے موجودہ ارتقائی دور کے لیے اسلام نے انسانیت کو پیش کیا ہے۔

گو کہ سودی بنیادوں پر تعمیر ہونے والے مالی اور بنکنگ ادارے نت نئی تکنیکی اور انتظامی جدتوں اور اختراعات کے ذریعہ اپنے بنک کاری کے کاروبار کو بہت پیچیدہ اور پر اثر بنا چکے ہیں پھر بھی اسلامی بنک اپنی کارکردگی کے لحاظ سے ان سے بہتر ثابت ہوئے ہیں اسلامی بنک کاری کی تحریک اپنی قوت کو لگاتار مجتمع کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اس لیے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مسلم ملکوں میں سیاسی قوت کی رضامندی، عوام کے جوش و خروش اور دانشوروں اور علماء کی تحقیق کے سہارے یہ تحریک اپنے راستے میں حائل دشواریوں کو آسان کر لینے میں لگاتار کامیابی حاصل کرے گی۔

تصنیفی تربیت کے لیے وظائف

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کی طرف سے چار سو روپے ماہانہ کے دو وظائف دو سال کی مدت کے لیے دیے جائیں گے۔ منتخب ہونے والے افراد کو ادارہ کی طرف سے قیام کی سہولت حاصل رہے گی۔

درخواست دہندہ کا کسی معروف عربی مدرسہ کے درجہ فضیلت یا اس کے مساوی درجہ سے فارغ ہونا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ہائی اسکول کے معیار کی انگریزی کی صلاحیت بھی لازمی ہے۔ عربی نہ جاننے کی صورت میں درخواست دہندہ کا ایم اے ہونا ضروری ہے۔ بی اے پاس شدہ افراد بھی درخواست دے سکتے ہیں بشرطیکہ عربی میں اچھی استعداد رکھتے ہوں۔

تحریکِ اسلامی سے متعلق یا کسی معروف شخصیت کی تصدیق کے ساتھ حسب ذیل معلومات فراہم کی جائیں:۔

(۱) نام۔ (۲) عمر (چوبیس[۲۴] سال سے زیادہ نہ ہو) (۳) پورا پتہ۔ (۴) تعلیمی استعداد (اسناد اور مارکس شیٹ کی نقل کے ساتھ) (۵) کورس کے علاوہ مطالعہ کی تفصیل۔ (۶) مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مضامین کی نقل، کسی بھی زبان میں۔ (۷) ان موضوعات کی تفصیل جن سے درخواست دہندہ کو خصوصی دلچسپی ہو۔

نوٹ:۔ درخواستیں لازماً ۱۷ اپریل ۸۵ء تک پہونچ جانی چاہئیں۔ جو لوگ انگریزی یا ہندی میں لکھنا چاہتے ہوں یا جن کی مادری زبان علاقائی زبان ہو وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ انتخاب انٹرویو کے بعد ہوگا جن لوگوں کو انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا انھیں ایک طرف کا کرایہ سکنڈ کلاس مع سلیپر چارجز کے دیا جائے گا۔

جلال الدین عمری

سکریٹری ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی - پان والی کوٹھی، دودھ پور - علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱